© rasailojaraid.com

اسلام اور سائنس

سید عزیز الرحمٰن☆

مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق

اسلام کا نقطۂ نظر

انسانی زندگی کے کچھ خواص ہیں، اور ان خواص کے اعتبار سے کچھ لوازم بھی۔ انسانی زندگی کا مادّی وجود جہاں اس سے بہت سی چیزوں کا تقاضا کرتا ہے، اسی طرح اس کا ایک روحانی وجود بھی ہے، جو اس سے 'مذہب' مانگتا ہے۔ انسان مادّی اعتبار سے خواہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہوجائے، اس کا روحانی وجود اسے سکونِ قلب کی طلب پیدا کرکے، اسے اپنے وجود کا احساس دلاتا رہتا ہے۔ بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ مادّیت کی دوڑ میں انسان جس قدر آج بڑھتا جاتا ہے، اتنی ہی اس کی روحانی تشنگی بڑھتی چلی جاتی ہے، یہ پیاس ہی مذہب کے وجود کی سب سے بڑی، سب سے وقیع، سب سے وزنی اور عالمگیر دلیل ہے!

سائنس دورِ جدید کے انسان کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ یہ بات بھی درست ہوگی کہ سائنس سے سائنسی ایجادات مراد لی جائیں، لیکن سائنس بذاتِ خود ایک طرزِ فکر کا نام ہے، جو گذشتہ زمانے میں بدقسمتی سے، چند خارجی و داخلی وجود کے سبب، اور ابتدائی سطح پر ملنے والی کامیابیوں سے حاصل ہونے والی سرخوشی کے زعم میں مذہب اور خدا کے وجود سے ٹکرا گئی تھی، لیکن اب ہر سطح پر اس کا احساس پیدا ہوچلا ہے کہ سائنس کا میدان اور ہے اور مذہب کے فرائض اور۔ سائنس کا مذہبی اُمور میں کوئی دخل نہیں ہے، البتہ مذہب کا سائنسی معاملات میں دخل ضرور ہے، جو کہ برس ہا برس کے تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہوچکا ہے۔ لیکن یہ دخل تعمیری اور مثبت نوعیت کا ہے، منفی اور تخریبی نہیں۔ لہٰذا دونوں میں ٹکراؤ اور تضاد کی کیفیت کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔ ایسا اس وقت ہوتا جب دونوں کے مفادات مشترک ہوتے، اور جب دونوں کا میدانِ عمل ایک ہوتا۔ منطق کی زبان میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں کے مابین 'عموم وخصوص مطلق' کی نسبت ہے۔ زیرنظر مضمون میں اسی حوالے سے اسلام کی تعلیمات کے تناظر میں گفتگو کی گئی ہے، اور مقصد اس غلط فہمی کا ازالہ ہے کہ کیا مذہب سائنس کا مخالف ہے؟ یا اہل مذہب اور

☆ نائب مدیر ششماہی 'السیرۃ عالمی' کراچی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اہل سائنس میں حقیقتاً کسی ٹکراؤ کی کیفیت پائی جاتی ہے؟

سائنس اور مذہب کے باہمی تعلق کی اہمیت ؍ پس منظر

سائنس اور مذہب کے باہمی تعلق کو سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ اس سوال کے دونوں ہی جز انسانی زندگی اور خصوصاً عصر حاضر میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں، ایسی اہمیت جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس بیان میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دونوں ہی چیزیں، مذہب اور سائنس آج کے ہر انسان کے لئے ناگزیر ہیں، اور اگر کوئی اس حقیقت سے واقف نہیں یا کسی سبب سے اس بدیہی حقیقت کو قبول کرنے سے صرفِ نظر کرتا ہے، تو وہ خود اپنی زندگی کو نامکمل بنانے اور ناقص رکھنے کی سعیِ نامشکور کرتا ہے، خواہ اسے خود اس کا علم تک نہ ہو!

سائنس اور مذہب کا یہ ٹکراؤ اٹھارہویں اور اُنیسویں صدی کی پیداوار ہے، اور یہی وہ دور ہے جب جدید سائنس کا ظہور ہوا، اور دنیا نے اسے کسی علم بلکہ مکتبِ فکر کے طور پر پہچانا۔ سائنسی دریافتوں میں جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لئے بڑی کشش تھی، پھر اس کا دارومدار مکمل طور پر مشاہدے اور تجربے پر تھا۔ یہ چیزیں انسانی شعور اور عقل کو براہِ راست متاثر کرتی ہیں اور انسان ظاہر میں نظر آنے والی چیزوں کا اثر زیادہ تیزی سے اور شدت کے ساتھ قبول کرتا ہے۔

پھر ایک اور بات بھی ہے، عربی محاورے کل جدید لذیذ کے مطابق ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے۔ سائنس مذہب کے مقابلے میں ایک نئی چیز تھی، ان اسباب وعوامل کی بنا پر لوگوں کا اس کے اثرات تیزی سے قبول کرنا ایک فطری عمل تھا، مگر خرابی یہاں سے شروع ہوئی کہ سائنسی دریافتوں سے جو ماحول بنا، اس میں لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اب خدا کی کوئی ضرورت نہیں رہی، اور مذہب ایک فرسودہ روایت سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک خدا کو ماننا اس لئے ضروری تھا کہ اس کو مانے بغیر کائنات کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی، اب جدید سائنس نے یہ عقدہ حل کردیا ہے۔ اب ہمیں معلوم ہوگیا ہے کہ یہ کائنات اور اس میں واقع ہونے والا ہر امر ایک سبب کی وجہ سے ہے، اور وہ سبب معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ یہ سب کچھ قانون فطری ہے، Law of Nature کے لگے بندھے اُصولوں کے تحت وقوع پذیر ہورہا ہے۔

دوسری جانب یوں ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں، جو وحی الٰہی پر مبنی تھیں، وقت کے ساتھ ساتھ تغیر اور تحریف نے جگہ پکڑ لی اور یونانی فلسفے نے اس پر غلبہ حاصل کرلیا، اور

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

رفتہ رفتہ فلسفیانہ مباحث مذہب کا جز بن کر تقدس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ فلسفہ بہت سے زمینی حقائق اور معروضی حالات کے خلاف تھا، اور اس میں خیالی اور تصوراتی مفروضوں کی بہتات تھی۔ جب سائنس کی مشاہدے اور تجربات پر مشتمل دریافتیں اور انکشافات سامنے آنا شروع ہوئے تو مذہب کا حصہ بن جانے والے ان مفروضوں میں دراڑیں پڑنے لگیں، جس سے اہل مذہب (کلیسا) نے اپنے وجود کو خطرہ سمجھا، اور یوں اہل سائنس اور اہل مذہب (عیسائیت) کے مابین ایک کشمکش کا آغاز ہوگیا، جس کے نتیجے میں پوپ کے خاص حکم کے تحت احتساب عدالت قائم ہوئی، جس میں تقریباً تین لاکھ افراد کو حاضری دینا پڑی۔ ان کو سخت سزائیں دی گئیں، اور تقریباً ۳۰ ہزار افراد کو زندہ جلا دیا گیا۔ ان سزا یافتگان میں گلیلیو اور برونو جیسے افراد بھی شامل تھے، یہ مذہب اور سائنس کی علیحدگی اور ان کے مابین چپقلش کا نقطہ عروج تھا، اور یہیں سے وہ جنگ شروع ہوئی، جو بالآخر علم اور مذہب کی جنگ بن گئی۔ (۱)

جن باتوں نے مذہب (عیسائیت) اور سائنس کے مابین ان سنگین اختلافات کو جنم دیا، ان میں سے بات کو سمجھنے کے لئے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ارسطو نے مرکزیتِ زمین کا نقطہ نظر پیش کیا تھا، یہ خالصتاً یونانی فکر تھی جس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں تھا، مگر چونکہ یہ نظریہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسیحی مذہب کا حصہ بن چکا تھا، اس لئے جب کوپرنیکس (۱۴۷۳ء تا ۱۵۴۳ء) نے مرکزیتِ آفتاب کا تصور پیش کیا تو عیسائی پیشواؤں کے ہاں کھلبلی سی مچ گئی، اور انہوں نے کوپرنیکس کی زبان بندی کردی۔ کیونکہ یورپ میں اس وقت مسیحی پیشواؤں کو اقتدار حاصل تھا، جس کا انہوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ (۲)

اس 'جنگ' اور محاذ آرائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں میں یہ خیال عام ہوگیا کہ مشاہداتی علم (سائنس) اور مذہب دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اور ایک کی ترقی دوسرے کے لئے موت کا درجہ رکھتی ہے، حالانکہ یہ خیال واضح طور پر سراسر غلط تھا، اور اسلام کے نقطہ نظر کے صریح خلاف بھی، وہ تو یہ کہتا ہے کہ: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (۳)

"بلاشبہ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف اہل علم ہی ڈرتے ہیں۔"

مگر ان حالات کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم (سائنس) لوگوں کو خدا اور مذہب سے دور کرنے والا بن گیا۔ سائنس اور مذہب کا یورپ میں ہونے والا یہ تصادم کوئی دو صدی تک جاری رہا، حتیٰ کہ ۱۸۵۹ء میں ڈارون نے اپنی کتاب Origin of species شائع کی۔ چرچ کی جانب سے

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اس کی بھرپور مخالفت کی گئی، مگر اب چرچ کی طاقت کمزور پڑ چکی تھی، اس لئے رفتہ رفتہ صلح کے امکانات پیدا ہونے لگے، اور بالآخر دونوں کے درمیان سمجھوتہ طے پا گیا، جو دراصل سیکولرازم (Secularism) کی صورت میں تھا، اب مذہب اور سائنس کے درمیان حدود کار متعین کردی گئیں اور دونوں کے دائرے الگ الگ ہوگئے۔(۴)

یوں کلیسا اور اہل سائنس کے مابین جاری جنگ کا تو خاتمہ ہوگیا، مگر درحقیقت مذہب اور سائنس دونوں نے وہ راستہ اختیار کیا، جو فطرت کے سراسر خلاف تھا، اس لئے رفتہ رفتہ حالات سدھرنے کی بجائے مائل بہ انحطاط ہوتے چلے گئے اور نوبت بہ ایں جارسید کہ مذہب اور خدا ہر اعتبار سے (بزعم خود و بزعم غلط) ان کی زندگیوں سے نکل گیا۔ لیکن یہ ایک غیر فطری رویہ تھا، نتیجۃً خدا پھر بھی موجود رہا، اور مذہب کی ضرورت پھر بھی باقی رہی۔ آخر کمرے میں اپنے آپ کو بند کرکے، اور روشنی کی گزرگاہوں کو ختم کرکے، دن کے وقت میں انسان اپنے آپ کو رات ہوجانے کا تو غلط اطمینان دلاسکتا ہے، مگر سورج کی موجودگی کو تو ختم نہیں کرسکتا۔ یہ تھا سائنس اور مذہب کے اختلافات کا اصل پس منظر، اور جب ہم سائنس، مذہب تعلقات کی بات کرتے ہیں، تو اس پس منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

انکارِ مذہب کا سبب

اب تک کی بحث سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ خدا کے وجود کا انکار قطعاً سائنس کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ یہ مذہب اور مذہبی تعلیمات سے روگردانی اور ان سے لاعلمی کا نتیجہ ہے، لیکن آج کے دور میں انکارِ مذہب کا ایک اہم سبب اور بھی ہے، اور اسے بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ سبب مغرب کے ہاں پھیلتا اور بڑھتا ہوا تصورِ آزادی ہے، جس کو ہم 'مادر پدر آزادی' سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ یہ آزادی رفتہ رفتہ ترقی کرتے ہوئے اب اس مقام انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ اب ان کو ہر اس معقول چیز سے بھی خوف آنے لگا ہے، جو ان کی اس خود ساختہ آزادی کو ذرا بھی قدغن لگاتی ہو۔ خدا اور مذہب کے انکار کے پیچھے بھی یہی تصور کارفرما ہے، یہی وہ بنیادی خوف ہے، جو انہیں انکارِ مذہب کے لایعنی فعل پر اُکسا رہا ہے۔ ایک امریکی ماہر طبیعات جارج ہاربرٹ (George Herbert Blovnt) ان چند لوگوں میں سے ہیں، جنہیں اس امر کا اعتراف ہے، وہ کہتے ہیں:

''مذہب (خدا پرستی) کو ماننے کی معقولیت، اور خدا سے انکار کی غیر معقولیت بذاتِ خود

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ایک آدمی کے لئے عملاً خدا پرستی اختیار کرنے کا سبب نہیں بن سکتی۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خوف چھپا ہوا ہے کہ خدا کو ماننے کے بعد آزادی کا خاتمہ ہو جائے گا، وہ اہل علم جو ذہنی آزادی کو دل و جان سے پسند کرتے ہیں، ان کے لئے اس آزادی میں کمی یا محدودیت کا کوئی بھی تصور بڑا تشویشناک ہے۔''(۵)

کیونکہ اللہ کا پیغام کسی نہ کسی نبی ہی کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے، اور اس نبی کا پیغام تسلیم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی بات کو خدا کی بات تسلیم کیا جائے، اس لئے جب وہ کوئی بات کہے تو تمام لوگوں کیلئے اس کو تسلیم کرنا ضروری ہوگا، اور یہ بات ان لوگوں کیلئے قابل قبول نہیں ہوسکتی، جو عقل کو بلکہ صرف اپنی ہی عقل کو سب کچھ تصور کرکے اس کی پیروی کو ضروری سمجھتے ہیں۔

سائنس اور مذہب؛ اختلافِ عمل

جب تک اس امر کی وضاحت نہ ہوجائے کہ سائنس اور مذہب کے درمیان کس نوع کا اختلاف ہے؟ اس وقت تک ہمارا یہ دعویٰ صحیح صورت میں سامنے نہیں آسکتا کہ سائنس اور مذہب کے مابین دراصل میدانوں کا فرق ہے۔ دونوں کے میدان الگ الگ ہیں، اس لئے ان دونوں کی خدمات کو گڈمڈ نہیں کیا جاسکتا، اور جو خرابی بھی پیدا ہوئی ہے، اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ہم نے دونوں کے دائرہ کار کو باہم گڈمڈ کردیا ہے۔ اگر یہ بات واضح ہوجائے تو ظاہر ہوجائے گا کہ سائنس کو مانتے ہوئے، اس پر عمل کرتے ہوئے اور اس سے متمتع ہوتے ہوئے بھی مذہب کو خصوصاً مذہبِ اسلام کو تسلیم کیا جاسکتا ہے، اور اس کے مطالبات پورے کئے جاسکتے ہیں، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے......!!

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہ اختلاف اس وقت پیدا ہوا، جب اہل سائنس نے یہ جان لیا کہ دنیا کا نظام قانونِ فطرت پر چل رہا ہے، اور کائنات میں پیش آنے والے واقعات ایک متعین قانونِ فطرت کے مطابق رونما ہو رہے ہیں، اس لئے ان کی توجیہ کرنے کے لئے کسی نامعلوم اور غیر موجود خدا کا وجود فرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ضرورت اس وقت تھی، جب تک ان واقعات کی توجیہ ہمارے سامنے نہیں آئی تھی۔ حالانکہ ذرا سا غور و فکر کرنے والے پر بھی اس استدلال کی غیر معروضیت اور سطحیت واضح ہوسکتی ہے۔ سوال تو یہ تھا کہ اس کائنات کے نظام کو برقرار اور مثبت طریقوں پر قائم رکھنے والی ایک اتھارٹی ناگزیر ہے، اور اس ذات کی ناگزیریت اب بھی علیٰ حالہٖ قائم ہے، کیونکہ اب تک کی تگ و دو سے سائنس نے جو کچھ معلوم کیا ہے، وہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

قانونِ فطرت کی صورت میں صرف اس سوال کا جواب ہے کہ یہ کائنات کیا ہے؟ مگر مذہب جس سوال کا جواب دے رہا ہے، وہ یہ ہے کہ جو کچھ اس طرح طے شدہ پروگرام اور پورے نظم وضبط کے ساتھ اپنے مقررہ وقت اور مدت پر پیش آ رہا ہے، وہ کیوں ہو رہا ہے؟

مذہب ان واقعات کے اصل اسباب ومحرکات پر گفتگو کرتا ہے، لہٰذا سائنس کی دریافتوں کے باوجود مذہب کی ضرورت موجود و برقرار ہے، بلکہ اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے، جب سائنسی توجیہات پر غوروفکر کرنے والا شخص ڈور کا اصل سرا نہیں پاتا، اور یوں اسے اپنی زندگی میں خلا محسوس ہونے لگتا ہے۔ایک امریکی ماہرحیاتیات سی سیل بوائس ہمن(Cecilboyce Hamann) اس بارے میں کہتا ہے:

''غذا ہضم ہونے اور اس کے جزوِ بدن بننے کے حیرت انگیزعمل کو پہلے خدا کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اب جدید مشاہدے میں وہ کیمیائی ردّعمل کا نتیجہ نظر آتا ہے، مگر کیا اس کی وجہ سے خدا کے وجود کی نفی ہوگئی؟ آخر وہ کون سی طاقت ہے، جس نے کیمیائی اجزا کو پابند کیا کہ وہ اس قسم کا مفید ردّعمل ظاہر کریں، غذا انسان کے جسم میں داخل ہونے کے بعد ایک عجیب وغریب خودکار انتظام کے تحت جس طرح مختلف مراحل سے گزرتی ہے، اس کو دیکھنے کے بعد یہ بات بالکل خارج از بحث معلوم ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز انتظام محض اتفاق سے وجود میں آ گیا، حقیقت یہ ہے کہ اس مشاہدے کے بعد تو اور زیادہ ضروری ہوگیا ہے کہ ہم یہ مانیں کہ خدا اپنے ان عظیم قوانین کے ذریعے عمل کرتا ہے، جس کے تحت اس نے زندگی کو وجود دیا ہے۔''(۶)

درحقیقت سائنسی تگ ودو نے ہمیں واقعے کی صحیح تصویر تو دکھا دی ہے، مگر یہ واقعہ درست طور پر کیونکر پیش آتا ہے؟ اس تک سائنس رسائی حاصل نہیں کرسکتی، قوانین فطرت کیسے وجود پذیر ہوئے؟ ان کو درست نہج پر کس نے استوار کیا؟ اور پوری کائنات کا یہ ڈھانچہ، جس سے یہ کائنات متمتع ہورہی ہے، کس طرح اس قدر صحت وتوازن کے ساتھ قائم ہے کہ اس کو دیکھ کر سائنسی قوانین اَخذ وترتیب دیے جارہے ہیں؟ ان سوالات کا جواب سائنس نہیں دے سکتی، اور اس لئے نہیں دے سکتی کہ یہ اس کے دائرۂ اختیار میں ہی نہیں آتے، اس کے لئے مذہب کی جانب رجوع کرنا ہوگا، اور یہی وہ ذریعہ ہے جو انسان کی تشنگی بجھا سکتا ہے۔

سائنس اور مذہب: مفاہمت کا طریقہ کار

سائنس اور مذہب کے مابین مفاہمت کا درست اور قابل عمل طریقہ کار یہی ہے کہ اس

© rasailojaraid.com

ضمن میں پھیلی ہوئی غلط آرا، غلط خیالات وتصورات اور فضا کو پراگندہ کرنے والی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے، خصوصاً اسلام کے حوالے سے یہ بات واضح کردی جائے کہ سائنسی ایجادات اور اسلامی تعلیمات میں کوئی تباین نہیں، کوئی تضاد نہیں ہے۔ اور اگر کسی مقام پر ایسا نظر بھی آتا ہے، تو وہ عارضی ہے، اور اسلامی تعلیمات کی کنہ اور حقیقت تک رسائی حاصل نہ ہوسکنے کا نتیجہ ہے یا سائنسی تجربے اور مشاہدے کا نقص ہے۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ ''سائنس علت ومعلول کی ہر کڑی میں غایت (Purpose) کو ضرور شامل کرے، اگر اس نے سلسلہ واقعات کی ہر کڑی میں غایت کو تسلیم کرلیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے خدا کے وجود کو تسلیم کرلیا، اس کے ضابطہ اخلاق کو تسلیم کرلیا۔ یومِ حساب کو تسلیم کرلیا، اور سائنس کی سرکشی نے خدا کے وجود کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔''(۷)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ شرط کوئی نئی نہیں، نہ پہلی بار پیش کی گئی ہے، نہ سائنس اس سے ناآشنا ہے، بلکہ اس شرط کے ذریعے سائنس کو اس کا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد کرایا جارہا ہے اور اسے اس بات کی دعوت دی جارہی ہے جس پر وہ اس سے پہلے خود قائم تھی۔ برٹرینڈ رسل کہتا ہے

> ''سائنس کے دائرۂ کار میں یہ بات پہلے بھی شامل رہی ہے، لامذہبیت اختیار کرنے سے پہلے تک سائنس واقعات کے ہر سلسلے کو مذہب کی طرح علت، معلول اور غایت پر منحصر سمجھا کرتی تھی۔''(۸)

پھر اہم بات یہ ہے کہ غایت کو اگر سائنس میں شامل کرلیا جائے تو مطالعہ سائنس میں زیادہ معنویت پیدا ہوسکتی ہے، ایک فاضل محقق کے بقول:

> ''غایت کو سائنس میں شامل کرلینے سے ہر مضمون میں علت اور معلول کی حکمتوں تک انسان کی رسائی ہوسکے گی، اس کے بعد سائنس کا مطالعہ زیادہ بامعنی ہوجائے گا۔ اس کام میں مسلمان سائنس دانوں پر بہت اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم اس اُصولِ مفاہمت کے مذہبی سطح پر پہلے ہی سے قائل ہیں، اس لئے ہمیں چاہئے کہ اس اُصول کو سائنس کی آئیڈیالوجی بنائیں، اور اس آئیڈیالوجی سے عالمی سائنس کو روشناس کرائیں۔''(۹)

سائنس کی ایک اہم ضرورت: یہ گفتگو اس اعتبار سے تھی کہ سائنس مذہب کا انکار کرکے جن خطرات سے دوچار ہورہی ہے، ان سے بچنے کا محفوظ طریقہ مذہب کے زیرسایہ آجانے کے سوا کچھ نہیں ہے، یہی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن ایک اور پہلو سے بھی سائنس کو مذہب کی چھتری درکار رہے، سائنس نے انکشافات واکتشافات کے میدان میں تو یقیناً بے حد ترقی کرلی

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہے، مگر وہ اخلاقیات اور نفسیات کے میدان میں بہت پیچھے ہے، ان میدانوں میں اس کے انحطاط پر یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ سائنس جوں جوں آگے بڑھ رہی ہے، اخلاقیات کے میدان میں اس کا تنزل اور انحطاط اسی رفتار سے زیادہ ہو رہا ہے۔(۱۰)

ان حالات میں خصوصاً کسی ایسی رکاوٹ کی ضرورت ہے، جو سائنس کو ان تنزلیوں کا شکار ہونے سے روک سکے، اور اسے ایک ایسا مربی درکار ہے، جو اسے بتا سکے کہ اسے کیا کرنا ہے، اور کن اُمور سے اپنے آپ کو باز رکھنا ہے؟ مختصر لفظوں میں یہ کہ اس کی حدودِ کار کیا ہیں؟ جدید سائنسی تحقیقات و ایجادات کے بعد اس کی ضرورت یوں بھی بڑھ گئی ہے کہ ان کے نتیجے میں ایسے عوامل سامنے آرہے ہیں، جن کی موجودگی پوری انسانیت کے لئے خطرہ بن رہی ہے۔ ان کی مثال میں دو چیزوں: مہلک ایٹمی و جراثیمی ہتھیار اور سائنسی ایجادات سے متاثر ہونے والے عالمی ماحول کو پیش کیا جاسکتا ہے، جنہوں نے پوری دنیا میں موجود امن پسند اور دردِ دل رکھنے والے اصحابِ علم اور اصحابِ فکر ونظر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

اس خطرے کو بھی مذہب اور بالخصوص اسلام ہی ٹال سکتا ہے جو اس سمت میں بھی واضح اور دوٹوک رہنمائی کرتا ہے۔ اس کا سادہ اور واضح اُصول یہ ہے کہ جو چیزیں انسانیت کے لئے مفید ہیں، وہ اختیار کرنا ضروری ہیں۔ اور جن سے انسانوں بلکہ کائنات کو کسی بھی قسم کے ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو تو اس سے احتراز ضروری ہے، اور اگر اس سے فوائد بھی وابستہ ہوں تو ایسی تدابیر اختیار کی جائیں، جن سے اس کی مضرت ختم ہو جائے...... یہ ہے اسلامی نقطہ نظر کا خلاصہ!

یہ صورتِ حال عرصے سے اہل علم کو مضطرب کئے ہوئے ہے اور اس کا احساس غیر مسلم مفکرین کو بھی ہے، اور غور وفکر کے بعد وہ بھی اِسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس مشکل سے نکلنے کا واحد حل مذہب ہے۔

ریان ایپل یارڈ (Reyenaple Yard) اپنی کتاب عصر حاضر کی تفہیم (Understanding the Present) میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''سائنس کی کوئی اخلاقیات یا ایمان نہیں ہے، اور وہ ہمیں ہماری حیات کے معنی، مقصد اور اہمیت کے بارے میں کچھ نہیں بتاتی، لیکن پریشانی کی بات یہ ہے کہ لوگوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ سائنس کی فیضاتی کارکردگی ثابت کرتی ہے کہ وہ سب چیزیں مہیا کرسکتی ہے۔ لوگوں میں اس غلط خیال کو مستحکم کرنے میں سائنسی لٹریچر پیدا کرنے والوں کا بڑا ہاتھ ہے، جو عموماً ناقص بلند آہنگ اور اکثر غلط ملط مقبولِ عام لٹریچر لکھتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سائنس کو واپس کھینچ کر ثقافت وتہذیب کے دائرے میں لایا

© rasailojaraid.com

جائے، تاکہ اس کے بدترین استعمالات اور بھیانک دعوؤں کو لگام دی جاسکے۔''(۱۱)

ایک اور دانشور جو خود بھی فزکس کے پروفیسر ہیں، فرٹ جوف کیپر نے سائنس کے فروغ اور سائنسی رجحانات میں اضافے سے پیدا ہونے والی صورتحال پر تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ہماری صدی، یعنی بیسویں صدی کے گذشتہ دو دہے کے آغاز میں ہم اپنے آپ کو گہرے عالمگیر بحران کی حالت میں پاتے ہیں، یہ مختلف الجہات بحرانوں کا مجموعہ ہے۔ جس کے اثرات ہماری زندگی کے تمام پہلوؤں یعنی صحت اور سامان زندگی، ماحول کی کیفیت، سماجی تعلقات، معیشت، صنعت اور سیاست کو چھوتے ہیں۔ یہ بحران، ذہنی، اخلاقی اور روحانی سمت کا ہے۔ یہ بحران ہے میزان اور ضرورت کا، جس کی کوئی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، پہلی مرتبہ ہمیں نسل انسانی اور اس کے کرۂ ارض کے تمام جانداروں کو ہلاکت کی حقیقی دھمکی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔''(۱۲)

آگے چل کر کیپر، نیوٹن کے نظریۂ حرکت کے طبیعاتی دنیا میں انقلابی اثرات پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے:

''مطلق عالمگیر مشین کی اس تصویر میں ایک خارجی خالق مضمر ہے، یعنی ایک شہنشاہ خدا، جس نے دنیا میں اپنے آسمانی قوانین کے نفاذ کے ذریعے حکومت کی ہے، طبیعاتی مظاہر کو کسی بھی معنی میں بجائے خود آسمانی نہیں سمجھا گیا، اور سائنس نے ایسے کسی خدا پر یقین کو زیادہ سے زیادہ مشکل بنا دیا اور تقدس سائنس کے عالمی نظریے سے مکمل طور پر غائب ہوگیا، جس کے نتیجے میں روحانی خلا پیدا ہوا، جو ہمارے تہذیبی دھارے کی خصوصیت بن گیا ہے۔''(۱۳)

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ان دو وجوہ کی بنا پر، جن میں پہلی وجہ سائنس کے فروغ سے روحانی دنیا میں پیدا ہونے والا خلا ہے، اور دوسری وجہ اخلاقی، تہذیبی اور ثقافتی بحران ہے، سائنس کے لئے مذہب کو قبول کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

پھر اہم بات یہ ہے کہ اسلام سائنس کو نہ صرف قبول کرتا ہے، بلکہ وہ خود تجربے اور مشاہدے نیز غور وفکر کی دعوت دیتا ہے، البتہ اس کا مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ انسان اس تدبر اور غور وفکر کے ذریعے اس کائنات کے ربّ تک پہنچ سکے، اور پھر بعد کے اقدام کے طور پر وہ اس کے احکامات کی بھی بجا آوری کرسکے، یہی انسانیت کی معراج ہے اور یہی اسلام کا مطالبہ ہے!!

قرآن اور سائنس

قرآنِ حکیم کتابِ حکمت اور صحیفہ ہدایت ہے۔ اس کے پیش نظر انسانیت کی رہنمائی ہے،

© rasailojaraid.com

تاکہ شاہراہِ زیست پر سفر کرتے ہوئے اسے کسی قسم کی دقت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس میں دیگر علوم وفنون کی جانب بھی رہنمائی ملتی ہے۔اس سلسلے میں بہت سے شواہد موجود ہیں،ابوبکر ابن العربیؒ کے بقول

''قرآنِ حکیم ستتر ہزار چارسو پچاس علوم پر مشتمل ہے۔ یہ عدد قرآنی کلمات کو چار سے ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے ہر کلمے کی چار حالتیں ہیں: ایک اس کا ظاہر و باطن ہے، اور ایک حد و مطلع۔ یہ اس صورت میں ہے جب قرآن کے کلمات کو انفرادی اعتبار سے ترکیب کے بغیر دیکھا جائے، اگر کتاب کی تراکیب وغیرہ پر غور وفکر کیا جائے تو اس کی (حالتوں اور اسی اعتبار سے اس کے علوم وفنون کی) تعداد شمار وحساب سے باہر ہوجاتی ہے۔'' (۱۴)

ابن العربیؒ (مصنف عارضۃ الاحوذی) کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''کتابِ خداوندی ہر چیز کی جامع ہے، کوئی علم اور مسئلہ ایسا نہیں جس کی اصل و اساس قرآنِ کریم میں موجود نہ ہو، قرآن میں عجائب المخلوقات، آسمان و زمین کی سلطنت اور عالم علوی و سفلی سے متعلق ہر شے کی تفصیلات موجود ہیں، جن کی شرح وتفصیل کے لئے کئی جلدیں درکار ہیں۔'' (۱۵)

اسی اعتبار سے قرآنِ حکیم میں سائنسی علوم کی جانب بھی راہنمائی ملتی ہے، اگرچہ یہ چیز قرآن نقطہ نظر سے مطلوبِ اوّل نہیں ہے۔ ذیل میں ایسی چند آیات پیش کی جاتی ہیں:

① قرآنِ حکیم انسان کے جنین کے ارتقائی مراحل ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ (۱۶)

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے (جوہر) سے بنایا، پھر ہم ہی نے اس کو حفاظت کی جگہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنایا، پھر ہم ہی نے اس لوتھڑے سے گوشت کی بوٹی بنائی، پھر ہم ہی نے اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم ہی نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ پھر ہم ہی نے اس کو ایک نئی صورت میں (انسان بنا کر) اُٹھا کھڑا کیا تو اللہ بڑا ہی برکت والا، سب سے بہتر بنانے والا ہے۔''

② قرآن حکیم میں پہاڑوں کو 'میخیں' کہا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا﴾ (۱۷)

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''کیا ہم نے تمہارے لئے زمین کو فرش، اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟''

③ سمندر یا دریا کے دو مختلف الاقسام پانیوں کے بارے میں قرآنِ حکیم میں فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ (۱۸)

''اور (اللہ) وہی ہے، جس نے دو دریاؤں کو چلایا، ایک میٹھا پیاس بجھانے والا، اور ایک کھارا کڑوا، اور دونوں کے درمیان ایک رکاوٹ اور آڑ بنا دی۔''

④ بادلوں اور اولوں کے بارے میں قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ (۱۹)

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر وہ ان کو ملا دیتا ہے، پھر وہ ان کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان سے مینہ برستا ہے، وہی اللہ آسمان میں پہاڑ جیسے بادلوں میں سے اَولے برساتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان (اَولوں) کو گرا دیتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ اس کی بجلی کی چمک ایسی ہے کہ گویا آنکھوں کی بینائی لے جائے۔''

⑤ انسانی جلد کی حسی کیفیات اور حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوْا الْعَذَابَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (۲۰)

''بلا شبہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، ہم بہت جلد ان کو آگ میں ڈالیں گے، جب ان کی کھالیں جل جائیں گی، تو ہم ان کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے، تاکہ وہ خوب عذاب چکھیں، بلا شبہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔''

قرآن حکیم کی ان کئی سو آیات میں سے، جن میں سائنسی حقائق کی جانب اشارہ موجود ہے، یہاں صرف چند آیات نقل کی گئیں، تاکہ یہ امر واضح ہو سکے کہ اسلام اور سائنس باہم متعارض حقیقتوں کے نام نہیں، بلکہ جدید سائنس خود اسلام اور اسلامی تعلیمات کا اثبات کر رہی ہے، اور ایسے کتنے ہی مسائل ہیں، جن کے بارے میں جب اسلام نے حکم دیا تھا تو لوگوں کے سامنے اس کی علت اور سبب نہیں تھا، مگر لوگ امر تعبدی قرار دے کر اسے بجا لاتے تھے، لیکن آج ان کے حقائق سامنے آ چکے ہیں، اور یہ امر واضح ہو گیا ہے، ان احکامات میں بھی ہماری ہی فلاح

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

اور بہبود مضمر تھی۔

'سائنس' قرآن کا اثبات کرتی ہے!

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ سائنس کے جدید انکشافات واکتشافات نے اسلام کے بیان کردہ اُصولوں کا اثبات اوران کی تائید کی ہے، اس لئے اسلام کوسائنس کی جانب سے کوئی چیلنج درپیش نہیں ہے، بلکہ جب مذہب اور سائنس کا باہم ٹکراؤ شروع ہوا، جس کا سرسری سا تذکرہ ان سطور کے آغاز میں گزر چکا ہے، تب بھی چونکہ وہ مسئلہ عیسائیت کی محرف روایات کا تھا، نہ کہ اسلام کا، اس لئے مسلمان اس وقت بھی کسی ذہنی اُلجھن کا شکارنہیں ہوئے، اور جب مرکزیت ِآفتاب کا نقطہ نظر سامنے آیا، تو مسلم سائنس دانوں نے اسے زیادہ معقول اور مدلل پا کر بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قبول کرلیا، پروفیسر ایڈورڈ میک برنس لکھتے ہیں:

> ''مسلمان ماہرین فلکیات و ریاضیات، طبیعات، کیمیا، اور طب میں نہایت باکمال عالم تھے، ارسطو کے احترام کے باوجود انہوں نے اس میں ذرا تامل نہیں کیا کہ وہ اس کے اس نظریے پرتنقید کریں کہ زمین مرکز ہے، اورسورج اس کے گرد گھوم رہا ہے بلکہ انہوں نے اس اِمکان کوتسلیم کیا کہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہوئی سورج کے گرد گردش کررہی ہے۔''(۲۱)

ذیل میں ہم چند سائنسی مظاہر اورنئی معلومات پیش کرتے ہیں جوقرآنِ حکیم کی تائید کررہی ہے، یہ ان ہی آیات کے بارے میں ہیں، جن کا ذکرہم ابھی ماقبل کرآئے ہیں:

(i) قرآنِ حکیم اور انسانی جنین کا ارتقا: قرآن حکیم میں انسانی جنین کے بارے میں کئی ایک مقامات پرتفصیل سے معلومات دی گئی ہیں۔ یہ وہ معلومات ہیں جو ۱۴۰۰ سو سال سے پڑھی جارہی ہیں، مگراس صدی میں جاکر سائنس نے بھی اس امر کی تائید کردی ہے کہ یہ معلومات نہ صرف حرف بہ حرف درست ہیں، بلکہ چونکہ یہ معلومات اس وقت پیش کی گئی ہیں، جب یہ باتیں کسی کے علم میں نہیں تھیں، اس لئے قرآن حکیم اور اسلام کے آسمانی مذہب ہونے اورمبنی برحق ہونے کی بین دلیل بھی ہیں، قرآن حکیم کی ایک آیت اس سے قبل (آیت نمبر۱) پیش کی جاچکی ہے۔(۲۲) جس میں تفصیل کے ساتھ انسانی جنین کی تشکیل کے مراحل بیان ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر کیتھ ایل مور (Khith L Moore) جینیات کے ایک معروف سائنس دان ہیں، انہوں نے ایک باراس بارے میں اپنے ایک مقالے میں کہا:

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''یہ بات مجھ پر عیاں ہوچکی ہے کہ یہ بیانات (انسانی نشو ونما سے متعلق) محمدﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، کیونکہ یہ تمام معلومات چند صدیاں پہلے تک منکشف ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اس سے یہ بات مجھ پر ثابت ہوجاتی ہے کہ (محمدﷺ) اللہ کے پیغمبر ہیں۔''[۲۳]

انسانی جنین کی تشکیل اور ارتقا کے بارے میں سائنسی انکشافات اور توجیہات پر بہت سی کتب میں معلومات سامنے آ گئی ہیں، جہاں سے یہ معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔[۲۴]

(ii) پہاڑوں کے بارے میں قرآنی بیان: پہاڑوں کے بارے مین قرآنِ حکیم کا یہ بیان گزر چکا ہے (آیت نمبر۲) کہ ہم نے پہاڑوں کو میخیں بنایا ہے۔[۲۵] اب جدید سائنس نے بھی ثابت کردیا ہے کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری تہیں رکھتے ہیں[۲۶] اور یہ کہ یہ پہاڑ زمین کی تہ کو مضبوطی سے جمانے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔[۲۷]

(iii) سمندر اور دریاؤں کے طبعی خواص اور قرآنِ کریم: سمندر اور دریا انسان کی اہم ضرورت ہیں۔ دونوں کے پانی بھی طرح طرح کے خواص رکھتے ہیں، جس میں سے ایک کی خصوصیت یہ ہے کہ بعض مقامات پر میٹھے اور کھارے پانی یکساں چلتے ہیں، مگر باہم نہیں ملتے، اس حقیقت کو قرآن نے چودہ صدیوں قبل بیان کیا تھا، اور اس کا ذکر سطورِ بالا (آیت نمبر۳) میں گزر چکا ہے۔[۲۸] اب جدید سائنس نے یہ معلوم کرلیا ہے کہ جہاں میٹھے اور کھارے پانی باہم ملتے ہیں، وہاں ان کے درمیان، ایک گاڑھے پانی کا حجاب ہوتا ہے جو تازہ پانی اور کھارے پانی کی پرتوں کو باہم ملنے نہیں دیتا۔[۲۹]

(iv) بادلوں اور اَولوں کے بارے میں تفصیلات اور قرآنِ کریم: بادلوں اور اَولوں کے بارے میں قرآنِ حکیم نے جو بیان ذکر کیا تھا (آیت نمبر۴) آج وہی تفصیل سائنس بیان کررہی ہے، مثلاً سائنس دان غور وفکر اور مشاہدے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بارش کے بادل ان مراحل سے گزرتے ہیں، (۱) ہوا کا بادلوں کو دھکیلنا، (۲) چھوٹے بڑے بادلوں کا ملاپ، (۳) بادلوں کا انبار، جب بادل اکٹھے ہوجاتے ہیں تو یہ ہوا کی حرکت سے اَنبار کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور وہاں سے یہ فضا کے ٹھنڈے علاقوں تک پھیل جاتے ہیں۔[۳۰]

(v) انسانی جلد کی حسی خصوصیات اور قرآن حکیم: قرآنِ حکیم میں بیان کیا گیا ہے (آیت نمبر۵) کہ کافروں کو جب عذاب ہوگا تو ان کی جلد تلف ہوجائے گی، اس کے بعد فوراً انہیں دوسری جلد

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

دی جائے گی تا کہ وہ مسلسل عذاب کا مزا چکھتے رہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں جلد ہی تکلیف محسوس کرتی ہے۔اب سائنس نے بھی یہ بات دریافت کر لی ہے کہ تمام تکالیف جلد ہی پر ہوتی ہیں، اور اعصاب جو درد کا اِدراک کرتے ہیں، وہ فقط جلد ہی میں پائے جاتے ہیں، مثلاً اگر جسم کے کسی حصے میں سوئی چبھوائی جائے تو درد صرف جلد میں ہوگا، اور سوئی کو جلد سے آگے گزار دیا جائے، تب بھی فی الواقع درد جلد تک محدود رہے گا، آگے گوشت میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔(۳۱)

ان سطور میں قرآنی بیانات کی سائنس سے تائید دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنا یہ دعویٰ ثابت کر دیا جائے کہ سائنس کے بارے میں اسلام کا رویہ معاندانہ نہیں ہے، نہ مخالفانہ ہے، بلکہ وہ اسے زندگی کی دیگر دوسری ضرورتوں اور لوازم کی طرح باور کرتا ہے، اور جدید سائنس بھی قدم بہ قدم اس کے بیانات ہی کو آگے بڑھا رہی ہے۔قرآن کریم میں پیش کردہ رہنمائی کو پیش نظر رکھ کر اگر سائنس قدم آگے بڑھائے، تو اس کے لئے حقائق تک جلد پہنچنا ممکن ہوگا۔اس کی تائید ان چند بیانات سے ہوتی ہے، جس کی جھلکیاں اوپر پیش کی گئیں، وقت کی قلت اور مقالے کی محدود گنجائش کے سبب اس جانب چند اشارے ہی کئے جا سکے ہیں، مگر ان سطور کا مقصد اس سے ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔

اعترافِ حقیقت

یہ بات باشعور اور علم رکھنے والے مفکرین سے بھی پوشیدہ نہیں، بلکہ سبھی اس حقیقت کو تسلیم کر رہے ہیں کہ اسلام اور سائنس دونوں آج کی زندہ ضرورتیں ہیں، جن سے اِعراض ممکن نہیں، معروف نومسلم فرانسیسی مصنف موریس بوکائے لکھتے ہیں:

> ''قرآن ہمیں جہاں جدید سائنس کو ترقی دینے کی دعوت دیتا ہے، وہاں خود اس میں قدرتی حوادث سے متعلق بہت سے مشاہدات وشواہد ملتے ہیں، اور اس میں ایسی تشریحی تفصیلات موجود ہیں جو جدید سائنسی مواد سے کلی طور پر مطابقت رکھتی ہیں، یہودی، عیسائی تنزیل میں ایسی کوئی بات نہیں۔''(۳۲)

دوسرے مقام پر مزید لکھتے ہیں:

> ''قرآنِ کریم میں، مقدس بائبل سے کہیں زیادہ سائنسی دلچسپی کے مضامین زیر بحث آئے ہیں، بائبل میں یہ بیانات محدود تعداد میں ہیں، لیکن سائنس سے متباین ہیں۔اس کے برخلاف قرآن میں بہ کثرت مضامین سائنسی نوعیت کے ہیں، اسلئے دونوں میں کوئی مقابلہ نہیں،

© rasailojaraid.com

مؤخر الذکر (قرآن) میں کوئی بیان بھی ایسا نہیں، جو سائنسی نقطہ نظر سے متصادم ہوتا ہو۔ یہ وہ بنیادی حقیقت ہے، جو ہمارے جائزہ لینے سے اُبھر کر سامنے آتی ہے۔''[۴۳]

اور ڈاکٹر کیتھ مورجن کا اس سے قبل بھی ایک بیان گزر چکا ہے، ان کا ایک اور بیان ملاحظہ کیجئے:

''۱۴ سو سالہ قدیم قرآن میں جنینی ارتقا کے بارے میں اس قدر درست بیانات موجود ہیں کہ مسلمان معقول طور پر یہ یقین کرسکتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے اُتاری ہوئی آیتیں ہیں۔''[۴۴]

خلاصۂ بحث

سائنس اور مذہب کے باہمی تعلقات اور ان کے مابین مفاہمت کے بارے میں درج بالا بیانات اور سطور پر غوروفکر کرنے سے انسان دو باتیں بہت سہولت کے ساتھ اَخذ کرسکتا ہے۔ ایک یہ کہ انسان کسی بھی ذریعے سے کائنات اور اس کی اشیا کے بارے میں وہ باتیں نہ جان سکا تھا، جو قرآنِ مجید نے بتائی ہیں۔ دوسری بات یہ اَخذ کی جاسکتی ہے کہ اس کائنات کی مادّی دنیا میں جو کچھ اب تک ہوچکا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے، وہ صرف خدا کے حکم سے ہو رہا ہے اور اس کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، بہ الفاظ دیگر ہر کام میں علت (Cause) اور معلول (Effect) کے علاوہ غایت (Purpose) بھی لازماً کارفرما ہے، اور کائنات کی ہر شئے اور اس کا ہر قدم اسی سہ رکنی عمل کا نتیجہ ہے۔[۴۵]

اس لئے ہمیں باہمی مشترک قدروں کو اَپناتے ہوئے اور تمام مادّی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے، انسانی زندگی کے دونوں اہم پہلوؤں اور انسانی زندگی کی دونوں اہم ضرورتوں کو، ان کی ضرورت، حق اور حیثیت کے مطابق ان کا حق دینا ہوگا۔ نہ تو مذہب کے فرضی اور دیومالائی مفروضات اختیار کرکے ہم سائنس سے دور رہ سکتے ہیں، نہ سائنس کو خدا کا درجہ دے کر خالق حقیقی سے اپنی زندگیوں کو خالی رکھ سکتے ہیں اور اگر بالفرض ایسا کریں گے بھی تو کامیابی کی راہ سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور فلاح کی جگہ ناکامی ہمارا مقدر بنے گی۔ ☆☆

حواشی وحوالہ جات

۱۔ مولانا وحید الدین خان، اسلام اور عصر حاضر، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ کراچی، ۱۹۹۶ء، ص ۱۱۳، کسی قدر اضافے اور ترمیم کے ساتھ یہ تفصیل اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔

۲۔ نفس مصدر، ص ۱۱۲، نیز دیکھئے: سائنس اور مذہب میں مفاہمت، حفیظ الرحمٰن صدیقی، مشمولہ سہ اشاعتی آیات،

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

مدیر ڈاکٹر محمد ریاض کرمانی، مرکز الدراسات العلمیہ ،علی گڑھ، ج سوم، ش اوّل، جنوری تا اپریل ۱۹۹۲ء ص ۳۷۔
ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ کوپرنیکس کے نظریے کے بعد گلیلیو (۱۶۲۴ تا ۱۵۶۲ء) نے بھی اس کی تائید کردی، اور یوں ان کے ہاں ایک تقدس پا جانے والا نظریہ غلط ٹھہرا، اس کی یہ تغلیط خالصتاً ایک علمی بحث تھی، جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا کہ مسلم دنیا نے اسے ایک علمی بحث کے طور پر ہی لیا۔ مگر ایک غلط نظریے کی تغلیط بدقسمتی سے عیسائیت کی تغلیط سمجھ لی گئی، جس کے نتیجے میں بعد میں افسوسناک واقعات رونما ہوئے۔

۳۔ القرآن، سورۂ فاطر، آیت ۲۸ ۴۔ اسلام اور عصر حاضر، ص ۱۱۴

۵۔ Georee Herbert Blount, The Evidence of God, p.130

۶۔ Cecil Boyce Hamann,The Evidence of God in an Expanding Universe. p.221

۷۔ حفیظ الرحمٰن صدیقی، سائنس اور مذہب میں مفاہمت، مشمولہ سہ اشاعتی آیات، مدیر ڈاکٹر محمد ریاض کرمانی، مرکز الدراسات العلمیہ ،علی گڑھ، ج سوم، ش اوّل، جنوری، اپریل ۱۹۹۲ء، ص ۴۱

۸۔ Bertrand Rusel, The Impact of Science on Society, London, 1952, P.18-19

۹۔ حفیظ الرحمٰن صدیقی، محولہ بالا۔ ۱۰۔ ملاحظہ کیجئے راقم کا مضمون 'مغرب کا سائنسی و نفسیاتی زاویہ فکر، تدریج وارتقا، سہ ماہی منہاج، مدیر حافظ سعد اللہ، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء

۱۱۔ سائنس اور آج کی دنیا، ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، دسمبر ۱۹۹۴ء

۱۲۔ دیکھئے فرٹ جوف کیپر کی کتاب ٹرننگ پوائنٹ (The Turning Poing, p.21) ۱۳۔ محولہ بالا

۱۴۔ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مصطفےٰ البابی الحلبی ، مصر، ۱۳۲۹ھ، ج ۲، ص ۱۳۸۔

۱۵۔ جلال الدین سیوطی، ج ۲، ص ۱۳۰ ۱۶۔ القرآن، سورہ المؤمنون، آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴

۱۷۔ القرآن، سورۃ النباء، آیت ۶-۷ ۱۸۔ القرآن، سورۃ الفرقان، آیت ۵۳

۱۹۔ القرآن، سورۃ النور، آیت ۴۳ ۲۰۔ القرآن، سورۃ النساء، آیت ۵۶

۲۱۔ Edward Mc Burns/Western Civilizations/ W.W. Narton Companying Ny. p.264

۲۲۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۱۶

۲۳۔ ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، سائنسی انکشافات، دارالاشاعت، کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۶۷

۲۴۔ ملاحظہ کیجئے مذکورہ کتاب کے صفحات ۵۹ تا ۷۴ ۲۵۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۱۷

۲۶۔ The Geological Concept of Movntain in the Quran. p.5

۲۷۔ ایضاً ص ۴۴، ۴۵ ۲۸۔ ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۱۸

۲۹۔ سائنسی انکشافات، ص ۱۵۰ ۳۰۔ ایضاً، ص ۱۶۲ ۳۱۔ ایضاً، ص ۱۷۴

۳۲۔ موریس بوکائے، بائبل، قرآن اور سائنس، ترجمہ ثناء الحق صدیقی، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۷

۳۳۔ ایضاً، ص ۲۱ ۳۵۔ حفیظ الرحمٰن صدیقی: ص ۳۹

۳۴۔ ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، قرآن، سائنس اور تہذیب وتمدن، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۶

www.KitaboSunnat.com